قرآن مجید کے املاو قواعد سے متعلق بعض مسائل

پروفیسر نذیر احمد

قرآن مجید کی تلاوت کے درمیان کچھ استثنائی مسائل سامنے آئے، ان میں سے بعض یہاں پیش کیے جاتے ہیں، یہ ایک مبتدیانہ گفتگو اور اہل علم کے سامنے اپنے اشکالات کا اظہار ہے۔

دستور زبان

جمع اور تثنیہ کا اجتماع :

سورۃ الرحمٰن (۵۵) کے تیسرے رکوع کی آیات ذیل قابل توجہ ہیں۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾
ذَوَاتَاۤ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ
تَجْرِيٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ
فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى
فُرُشٍۭ بَطَاۗىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ۭ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ
اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ
اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۗنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾

(آیات ۴۶ تا ۵۷)

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾
مُدْهَاۗمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ
نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّ

نَخۡلٌ وَّ رُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾ فِیۡہِنَّ خَیۡرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾ (آیات ۶۲-۷۱)

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لیے دو باغ ہیں، سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ اور وہ دونوں باغ کثیر شاخ والے ہوں گے سو اے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دو باغوں میں دو چشمے ہوں گے کہ بہتے چلے جائیں گے، سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں ہر میوے کی دو دو قسمیں ہوں گی، سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے، وہ لوگ تکیہ لگائے ایسے فرشوں پر بیٹھے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور ان دونوں باغوں کا پھل بہت نزدیک ہوگا، سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے، ان میں نیچی نگاہ والیاں یعنی حوریں ہوں گی کہ ان جنتی لوگوں سے پہلے ان پر نہ کسی آدمی نے تصرف کیا ہوگا اور نہ جن نے، سو اے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے، گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں، سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ (۴۶ تا ۵۹)

اور ان دو باغوں سے کم درجے میں دو باغ اور ہیں، سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ یہ دونوں باغ گہرے سبز ہوں گے، سو اے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دو باغوں میں دو چشمے ہوں گے جو جوش مارتے ہوں گے، سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے ان دونوں باغوں میں میوے، کھجوریں اور انار ہوں گے، سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے، ان میں خوب سیرت خوب صورت عورتیں (حوریں) ہوں گی، سو اے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔"

آیات ۴۶ تا ۵۷ میں جنت کے دو باغوں کا ذکر ہے، ان کے لیے اسم، ضمیر اور صفت تثنیہ کی صورت میں آئے ہیں جیسے جنتان، ذواتا افنان، فیھما (دو بار)، جنتین۔

لیکن آخر میں ضمیر مونث جمع غائب انھیں دونوں باغوں کے لیے آئی ہے یعنی فیھن (فی + ھن)
بیان ماسبق کا تقاضا تھا کہ یہاں فیھما بطور تثنیہ آتی، لیکن اس کے بجائے "فیھن"
ہے جس کی توجیہ سے میں قاصر ہوں۔

اسی طرح آیات ۶۲ تا ۷۸ پر نظر ڈالنے سے یہ بات ظاہر ہے کہ ان میں علاوہ ان دو
باغوں کے جن کا ذکر آیات ۴۶ تا ۵۷ میں ہوا ہے دو اور باغوں کا بیان ہے اور ان کے لیے
ایک اسم، ایک صفت اور ایک ضمیر کا استعمال ہوا ہے یہ تینوں تثنیہ کے صیغے ہیں یعنی جنتان، مدہامتان
ہما (فیہما)، جنتان جنت سے اور مدہامتان مدہامت سے تثنیہ ہے، اس کے لیے تثنیہ کی ضمیر
(ہما)۔ فیہما آتی ہے، اس کے فوراً بعد کلمہ فیہن ہے، جس میں ضمیر ھن کا مرجع جنتان ہی معلوم
ہوتے ہیں، اسم تثنیہ کے لیے ضمیر کا جمع میں استعمال شاذ ہے، اس کی توضیح کے لیے مزید
مثالوں کی ضرورت ہے۔

سورہ الصافات (۳۷) آیات ۱۱۵ تا ۱۲۲ میں تثنیہ اور جمع کا اجتماع ہے ملاحظہ ہو:

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١١٤﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَ قَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ
الْعَظِيْمِ ﴿١١٥﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٦﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿١١٧﴾
وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿١١٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١١٩﴾ سَلٰمٌ
عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١٢٠﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢١﴾ اِنَّهُمَا مِنْ
عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٢﴾

ان آیات میں نجینٰھما، اٰتینٰھما، ھدینٰھما، علیھما، انھما میں ھما
ضمیر تثنیہ غائب ہے، ان کا مرجع موسیٰ و ہارون ہے، لیکن انھیں کے درمیان آیت ۱۱۶
میں دو کلمے نصرنٰھم اور ھم آئے ہیں، ان میں ضمیر ھم جمع مذکر غائب ہے، بظاہر
ممکن ہے کہ ان کا مرجع موسیٰ و ہارون اور ان کی قوم ہو، یہ تینوں جمع کی صورت پیدا کر لیتے ہیں۔

(ب) واحد مونث غائب، تثنیہ اور جمع مذکر کا اجتماع۔

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٢﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿٧٣﴾
فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿٧٤﴾
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿٧٥﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿٧٦﴾
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٧﴾ وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿٧٨﴾

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٩﴾ (سورہ الحجر(۱۵) آیات ۷۲-۷۹)

آپ کی جان کی قسم وہ (قوم لوط کے اہل المدینہ) اپنی مستی میں مدہوش تھے، پس سورج نکلتے نکلتے ان کو آواز سخت نے آدبایا، پس ہم نے ان (بستیوں) کا اوپر کا تختہ تو نیچے کر دیا اور ان لوگوں پر کنکر کے پتھر برسانا شروع کیے اس واقعہ میں کئی نشانیاں ہیں اہل بصیرت کے لیے اور یہ (بستیاں) ایک آباد سڑک پر ملتی ہیں، ان (بستیوں) میں اہل ایمان کے لیے بڑی عبرت ہے۔ اور بن والے (حضرت شعیب کی قوم) بڑے ظالم تھے اور ہم نے ان سے بھی بدلہ لیا اور وہ دونوں (بستیاں) صاف سڑک پر واقع ہیں۔

یہ آیات قوم لوط اور قوم شعیب کے بیان کی حامل ہیں، ان میں حسب ذیل کلمات قابل غور ہیں: انهم، سكرتهم، فاخذتهم، عليهم، عاليها، سافلها، انها، منهم، انهما، پہلے چار لفظوں میں ضمیر ھم جمع مذکر غائب ہے، ان کا مرجع "اہل المدینہ" ہے جو آیت ۶۷ میں موجود ہے، عالیھا، سافلھا، انھا میں ضمیر واحد مونث غائب 'ھا' ہے اس کا مرجع محذوف ہے "قریہ" (بستی) کی طرح کا کلمہ ہوگا، اور یہ کلمہ محذوف مونث ہوگا، اسی لیے اس کے لیے تین بار ضمیر مونث 'ھا' آئی ہے، آٹھواں لفظ منھم ہے، اس میں ضمیر جمع مذکر غائب ہم کا مرجع اصحاب الایکہ ہے، نواں کلمہ انہما ہے، اس میں ھما تثنیہ غائب ہے، اس کا بھی مرجع محذوف ہے، سیاق و سباق کا تقاضا ہے کہ اس کو قریہ قوم لوط اور قریہ قوم شعیب قرار دیا جائے، اگرچہ اوّل الذکر کا بیان آیت ۷۶ میں ہو چکا ہے، اور آیت ۷۹ میں اس کی تکرار سے تثنیہ کا صیغہ پیدا کر لیا گیا ہے۔ زمخشری نے کشاف میں انہما کا مرجع قری قوم لوط و اصحاب الایکہ ہی قرار دیا ہے (ج ۲ ص ۵۶۴)

(ب) قرآن مجید میں کم از کم ۵ جگہ فعل پر "لا" نفی کے بجائے اثبات کے معنی پیدا کرتا ہے، اور اس کا استعمال مخصوص ہے "اُقسِمُ" (فعل مضارع واحد متکلم) کے ساتھ، مثالیں ملاحظہ ہوں۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ (معارج: ۴۰)

پھر میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی کہ ہم اس پر قادر ہیں کہ دنیا میں...

۳،۲ لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ ۙ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝
(سورہ القیامہ (۷۵) آیات ۱،۲)

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو اپنے اوپر ملامت کرے۔

۴- فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝ (سورہ الانشقاق (۸۴) آیت ۱۶)

سو میں قسم کھا کر کہتا ہوں شفق کی

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ (سورہ البلد (۹۰) آیت ۱

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی

ان ساری مثالوں میں 'لا' سے نفی کے بجائے اثبات کے معنی پیدا کیے گئے ہیں۔ بادی النظر میں "لا اقسم" کے معنی ہیں، میں قسم نہیں کھاتا ہوں۔ ایک بات جو خصوصی طور پر قابل ذکر ہے وہ یہ کہ 'لا' کا یہ استعمال صرف لفظ اقسم کے ساتھ ہے، اور کسی دوسرے لفظ کے ساتھ نہیں ہے۔ اس کی وجہ تحقیق طلب ہے۔

قرآن مجید میں سورتوں کے نام ترکیب اضافی کی صورت میں ملتے ہیں جیسے سورۃُ البقرہ، سورۃُ الفیل، سورۃ الکوثر وغیرہ، ان میں مضاف الیہم یعنی البقرہ، الفیل، الکوثر مجرور ہیں لیکن کم از کم چار سورتیں ایسی ہیں جن میں مضاف الیہ اضافی صورت کے بجائے فاعلی شکل میں پائے جاتے ہیں سورۃ المومنون (۲۳) سورۃ المنافقون (۶۳) سورۃ الماعون (۱۰۷) سورۃ الکافرون (۱۰۹)

المومنون، المنافقون، الماعون، الکافرون، فاعلی حالت میں ہیں، حالانکہ ترکیب میں ان کی صورت مضاف الیہ کی ہے، ان چار لفظوں کی اضافی صورتیں المومنین، المنافقین، الماعین، الکافرین ہوں گی، اور ترکیب اضافی میں ان کی یہی صورتیں آنی چاہئیں، لیکن فاعلی صورت کا استعمال عجیب سا ہے، یہ امر بھی تحقیق طلب ہے، اگر سورتوں کے نام میں لفظ سورۃ محذوف قرار دیا جائے تو فاعلی صورتیں بالکل درست ہوں گی، لیکن ہندوستان اور بیرون ہند کے تمام مطبوعہ نسخوں میں یہ نام مرکب اضافی کی شکل میں پائے جاتے ہیں۔

قرآن مجید کی حسب ذیل آیات توجہ طلب ہیں:

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝

سورۃ ابراہیم ۱۴، آیت ۴۰

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُہُمْ وَ
الصّٰبِرِیْنَ عَلٰی مَآ اَصَابَہُمْ وَالْمُقِیْمِی الصَّلٰوۃِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰہُمْ
یُنْفِقُوْنَ ۝ سورۃ الحج ۲۲، آیت ۳۵

پہلی آیت میں "مقیم الصلوٰۃ" قابل غور ہے، مقیم مفعول ہے فعل اجعلنی کا، اس بنا پر 'م' مفتوح ہے، اور "الصلوٰۃِ" مضاف الیہ ہے، اور 'ۃ' مکسور، دوسری آیت میں المقیمی الصلوٰۃِ میں "المقیمی" اسم فاعل ہے، اور الصلوٰۃِ باوجود اس کے کہ مجرور ہے، اسی کا مفعول ہے، اس کے معنی یہ ہیں نمازوں کو قائم کرنے والے۔ اور "المقیمی" خود مفعول ہے فعل 'بشّر' کا اب آیت ذیل پر غور کریں:

لٰکِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْہُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ
اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوۃَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ
وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ سورۃ النساء ۴، آیت ۱۶۲

اس میں فقرہ" المقیمین الصلوٰۃ" توجہ طلب ہے، 'المقیمین' اسم فاعل ہے اور 'الصلوٰۃ' مفعول ہے جیساکہ اس کے آخری حرف ۃ کے مفتوح ہونے سے واضح ہے اس کے معنی ہوئے نماز کو قائم کرنے والے، اگرچہ اس فقرہ کی تقریباً وہی صورت ہے جو سورۃ الحج کی آیت ۳۵ کے فقرے کی، مگر دونوں میں یہ واضح فرق ہے کہ آخر الذکر میں الصلوٰۃ مکسور اور سورہ نساء میں مفتوح ہے۔ یہ بات پوری طرح روشن ہے کہ سورہ حج والا اور نہ سورہ نساء والا فقرہ اضافی ترکیب میں ہے، اس لیے کہ دونوں فقرے کے پہلے الفاظ یعنی المقیمی اور المقیمین پر 'ال' آیا ہے جو ان کے مضاف ہونے میں حارج ہے، اسی بنا پر دونوں کے دوسرے دونوں لفظ یعنی الصلوٰۃ اور مضاف الیہ نہیں ہوسکتے، بنابریں ان کو اسم فاعل کا مفعول قرار دیا گیا، لیکن الصلوٰۃ کی حالت جری کی توجیہ سے فی الحال میں قاصر ہوں۔

یہاں اس امر کی طرف اشارہ ناگزیر ہے کہ کلمہ "الصلوٰۃ" فعل کے مفعول کی حیثیت سے قرآن مجید میں متعدد بار آیا ہے اور ہر جگہ یہ کلمہ منصوب ہے یعنی الصلوٰۃَ مثلاً

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ (۱۷-۷۸)

الذین یقیمونَ الصلوٰۃَ (۵ : ۵۵، ۸ : ۳، ۳ : ۱۷، ۲۱ : ۴) البتہ مصدر کے ساتھ اضافی صورت ہے جیسے

واقام الصلوٰۃ (۲۴ : ۳۷)

کلمۂ الصلوٰۃِ، مضاف الیہ ہے مصدر 'اِقام' کا، اس کا ترجمہ ہوگا : نماز کا قائم کرنا جب کہ اقِمِ الصلوٰۃ اور یقیمون الصلوٰۃَ میں الصلوٰۃ مفعول ہے اقم اور یقیمون کا اور اسی وجہ سے دونوں فقروں میں الصلوٰۃ منصوب یا مفتوح ہے۔

یہ تو ایک بات ہوئی، اب ہم سورہ ۲۲ آیت ۳۵ کے کلمہ : المقیمی اور سورہ ۴ آیت ۲۲ کے کلمہ المقیمین پر ایک نظر ڈالتے ہیں، کلمے کی یہ دونوں صورتیں حالت مفعولی میں ہیں، فاعلی حالت 'المقیمون' ہے، سورہ ۲۲ میں 'المقیمی' مفعول ہے بشر کا، لیکن سورہ ۴ میں کلمہ المقیمین، حالت فاعلی کا کام کرتا ہے، جیسا کہ سلسلے کے اور دوسرے الفاظ الراسخون' المومنون، الموتون، والمومنون کے کام ہیں، لیکن قواعد عربی کی رو سے 'المقیمین' کی جگہ 'المقیمون' ہونا چاہیے، چنانچہ اس سلسلے میں کشاف میں ہے کہ مصحف عبداللہ میں والمقیمون (واو کے ساتھ) اور مالک دینار الجدری اور عیسی الثقفی کی یہی روایت ہے (ج ۱ ص ۴۵۷) لیکن قرآن کی عام قرات 'المقیمین' ہے جس کی ترجیح کے وجوہ کی تلاش و تحقیق ایک نہایت مفید کام قرار پائے گا۔

عربی زبان میں ماضی منفی کے لیے فعل پر 'ما' کا اضافہ اور مضارع منفی کے لیے لا کا اضافہ ہوتا ہے جیسے ماضی منفی کی صورتیں :

وما ارسلنا اور ہم نے نہیں بھیجے (۲۱ : ۷)

وما جعلناهم اور ہم نے نہیں کیا ان کو (۲۱ : ۸)

وما خلقنا اور نہیں پیدا کیا ہم نے (۲۱ : ۱۶)

مضارع منفی کی مثالیں :

لا یاکلون، نہیں کھاتے ہیں ۲۱ : ۸

افلا تعقلون کیا پھر تم نہیں سمجھتے ۲۱ : ۱۰

لا یکفون نہ روک سکیں گے ۲۱ : ۳۹

لا یستطیون نہیں کرسکتے ۲۱: ۴۳
لا یَضُرُّوہ نہیں ضرر دے سکتا ہے۔ لا یَنْفَعُہ نہیں نفع دیتا ہے (۲۲: ۱۲)

لیکن ماضی منفی کی اس صورت کے برخلاف فعل پر لا بھی لاتے ہیں اور اس کی متعدد مثالیں قرآن پیش کرتا ہے۔

رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا (۲۰: ۱۳۴، ۲۸: ۴۷)
(اے ہمارے رب آپ نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا)
فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ (۹۰-۱۱) (وہ دین کی گھاٹی میں سے نہیں نکلا)
فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى (۷۵: ۳۱) (تو اس نے نہ تو تصدیق کی تھی اور نہ نماز پڑھی تھی)

ماضی 'لا' کا اضافہ عام اصول کے مطابق نہیں اس لیے یہاں چند مثالیں درج کر دی گئی ہیں۔

قرآن کریم میں کلمہ عباد مفعول کی صورت میں کئی جگہ آیا ہے، مفعولی حالتوں میں 'دال' منصوب یعنی مفتوح ہے، چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

يُضِلُّوْا عِبَادَكَ (تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے) (سورہ ۷۱ آیت ۲۷)
وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ (رحمٰن نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ فرمایا ہے) (۱۹: ۶۱)
يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
(یہی ہے جس کی بشارت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دے رہا ہے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے) (سورہ ۴۲ آیت ۲۳)
ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ (سورہ ۳۹، آیت ۱۶)
(یہ وہی عذاب ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے)

اب آیت ذیل پر غور کریں:

فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ
(پس آپ میرے بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو اس کلام الٰہی کو غور سے سنتے ہیں)

عبادِ مفعول ہے فعل بشّر کا، اس میں دال کے کسرہ سے دھوکہ نہ کھانا چاہیئے، دراصل یہ کسرہ 'ی' کا قائم مقام ہے یعنی عبادِ = عبادی، یہ 'ی' ضمیر متصل واحد متکلم ہے۔ قرآن مجید میں ضمیر متصل واحد متکلم کی نمائندگی زیر متعدد مقام پر ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو

فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ (۳: ۱۷۵) پس تم ان سے مت ڈرنا اور مجھ سے ہی ڈرنا۔
فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ (۳:۵) سو ان سے مت ڈرنا اور مجھ سے ڈرتے رہنا۔
فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ (۵: ۴۴) سو تم بھی لوگوں سے اندیشہ مت کرو اور مجھ سے ڈرو۔

قرآن مجید میں موسیٰؑ اور ابراہیمؑ کے صحائف جمع کے ساتھ آئے ہیں، اس سلسلے میں حسب ذیل آیات ملاحظہ ہوں:

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِىْ صُحُفِ مُوْسٰى ۙ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰٓى ۙ (۵۳: ۳۶-۳۷)
کیا اس کو اس مضمون کی خبر نہیں جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے اور نیز ابراہیم کے جنھوں نے احکام کی پوری بجا آوری کی۔

اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۙ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى (۸۷: ۱۸-۱۹)
یہ مضمون اگلے صحیفوں میں بھی ہے یعنی ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں

صحف جمع ہے صحیفہ کی اور صحیفہ کی دو اور جمعیں ہیں صحائف اور صحاف، خلاصہ یہ کہ حضرت ابراہیمؑ و حضرت موسیٰؑ پر کئی صحائف نازل ہوئے، روح المعانی کی روایت ہے کہ حضرت ابراہیم پر دس صحیفے نازل ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام پر قبل تورات کے دس، حضرت موسیٰ کے صحیفوں کے بارے میں دیکھئے ترجمہ قرآن یوسف علی ص ۱۴۴۹، ۱۷۲۵ شمارہ ۹۶: ۶۔

قرآن مجید میں الفاظ کا مطالعہ نہایت دلچسپ نتائج کا موجب ہوتا ہے، یہ موضوع بڑا وسیع و دقیق ہے، قدماء نے اس پر بڑا وقت صرف کیا ہے، میں صرف ایک مثال کا ذکر کروں گا اور وہ ہے لفظ "مُحْصَنَات" محصنات جمع ہے محصنة کی اس کے معنی عام طور پر تین بتائے جاتے ہیں۔ زنِ پارسا، زنِ شوہردار، زنِ آزاد۔ قرآن مجید میں یہ لفظ ان تین معنوں کے علاوہ ایک اور معنی میں بھی آیا ہے یعنی منکوحہ بنائی جانے والی یا منکوحہ بنائی ہوئی۔

ذیل میں وہ سب آیات نقل کی جاتی ہیں جن میں لفظ محصنات مندرجہ بالا معانی میں استعمال ہوا ہے۔

(۱) جن عورتوں سے نکاح ممنوع ہے، ان کے آخر میں "محصنات" ہیں بمعنی شوہردار عورتیں۔ ملاحظہ ہو:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ ......
وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (۴: ۲۳-۲۴)

تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں ..... اور وہ عورتیں جو کہ شوہر والیاں ہیں مگر جو تمہاری مملوک ہو جائیں۔

(۲) محصنات بمعنی آزاد عورتیں۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ۔ (۴ : ۲۵)

اور جو شخص تم میں پوری وسعت اور گنجائش نہ رکھتا ہو آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی تو وہ اپنے آپس کی مسلمان باندیوں سے جو تم لوگوں کی مملوکہ ہیں نکاح کرے۔

غور کرنے کی بات ہے کہ نمبر ۱ کے ذیل میں جو آیات نقل ہیں، ان کی ترتیب میں "محصنات" شادی شدہ عورتیں، ان سے نکاح حرام، اور مندرجہ بالا آیت میں محصنات ان آزاد عورتیں کے لیے آیا ہے جن سے شادی کرنا جائز ہے۔ معنوں ان نازک فرق کا لحاظ نہ رکھنے سے، آدمی کتنی گمراہی میں پڑ سکتا ہے؟

سورہ ۴ کی آیت ۲۵ میں ایک بار پھر یہ لفظ (محصنات) باندی کے مقابل استعمال ہوا ہے، باندیوں سے نکاح کے ذکر کے بعد آیت مذکور میں یہ الفاظ آئے ہیں:

فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ۔ (۴ : ۲۵)

پھر اگر وہ (باندیاں جن سے نکاح ہو گیا) بڑی بے حیائی کا کام کریں تو ان پر اس سزا سے نصف سزا ہوگی جو آزاد عورتوں پر ہوتی ہے۔

(۳) مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ۔

اسی سورہ چہارم کی ۲۵ ویں آیت میں مندرجہ بالا الفاظ بھی ہیں جن کا ترجمہ یہ ہوگا:

اس طور پر کہ وہ منکوحہ بنائی جائیں، نہ علانیہ بدکاری کرنے والی ہوں اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والی۔

یہاں اس کلمہ کا استعمال بطور صفت کے ہوا ہے، نہ بمعنی منکوحہ بنائی ہوئی۔

(۴) محصنات بمعنی پاکدامن عورت چند جگہ آیا ہے۔

۱۔ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۖ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۖ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ

اور جو لوگ کتاب دئے گئے ہیں ان کا ذبیحہ تم کو حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کو حلال ہے، اور پارسا عورتیں بھی جو مسلمان ہوں اور پارسا عورتیں ان لوگوں میں سے بھی جو تم سے پہلے کتاب دئے گئے ہیں۔

ب۔ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ (۵:۲۴)

اور جو لوگ (زنا کی) تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو اور پھر چار گواہ (اپنے دعوی پر) نہ لا سکیں تو ......

ج۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (۲۴:۲۳)

جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو پاکدامن ہیں، اور ایسی باتوں کے کرنے سے بالکل بے خبر ہیں اور ایمان والیاں ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی جاتی ہے۔

تفصیلات بالا سے واضح ہے کہ قرآن کریم میں "المحصنات" کم از کم چار معنوں میں استعمال ہوا ہے، ان معنوں کے لیے کلام عرب سے مزید شہادت تلاش کرنے سے قرآن کی تفہیم میں بڑی مدد ملے گی۔

قرآن مجید میں حروف مقطعات "آلٓمّٓ" حسب ذیل سورتوں کی ابتدا میں آئے ہیں۔

سورہ البقرہ (۲) آل عمران (۳) العنکبوت (۲۹) الروم (۳۰) لقمان (۳۱) السجدہ (۳۲)

ان میں سوائے آل عمران کے تمام سورتوں میں "آلٓمّٓ" کے بعد آیت کا نشان ہے اور اس پر 'ج' علامت وقف ہے، اور آل عمران 'آلٓمّٓ' کے بعد نشان آیت پر علامت وقف لا ہے، جس میں ٹھہرا بھی جا سکتا ہے اور نہیں بھی ٹھہرا جا سکتا، آل عمران اور عنکبوت کے علاوہ اور سورتوں میں آیت کے بعد کے لفظ کا پہلا حرف صامت یعنی CONSONANT ہے' البقرہ میں ذٰلک کی ذال' الروم میں غُلِبَتِ کی غ، لقمٰن میں تلک کی ت، السجدہ میں تنزیل کی ت' آل عمران میں اللہ اور العنکبوت میں اَحَسِبَ۔ اگرچہ ان دونوں سورتوں میں آنے والے دونوں الفاظ کا پہلا حرف الف ہے، لیکن اول الذکر میں اللہ کا الف بغیر کسی علامت کے ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ الف پڑھنے میں نہیں آتا، ایک قابل ذکر بات ہے کہ آلٓمّٓ کے تینوں حرفوں پر تین علامات ممدودہ ہیں لیکن سورہ آل عمران میں الم کے پہلے دونوں حرفوں پر علامت ممدود اور تیسرے حرف پر علامت ممدود و مفتوح دونوں ہے' علامت

مفتوح کا تقاضا ہے کہ اس کو بعد والے لفظ سے ملا کر پڑھا جائے ۔ اس صورت میں الم میں تیسرا حرف، حرف مقطعات قرار نہیں دیا جا سکتا، البتہ اس پر مد بھی ہے، کیا اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ 'ال عمران کے شروع میں جو الم ہے'، اس میں ا، ل تو حروف مقطعات ہیں اور م حرف مقطعات میں شامل بھی ہے، اور نہیں بھی ہے ۔ میرے پیش نظر قرآن مجید کا ایک نسخہ ہے جس پر ایک مفصل مقدمہ[۵] ہے، اس میں ایسے ۱۸ الفاظ کی فہرست درج ہے جن میں الف نہیں پڑھا جاتا، ان میں سب سے پہلی مثال سورہ 'ال عمران دوسری آیت کے پہلے لفظ اللہ کی ہے، اس کے بموجب اللہ کی الف پڑھنے میں نہیں آتی، یا اس کو حرف مقطعات 'م' سے ملا کر پڑھنا چاہیئے ۔

قرآن مجید میں فقرہ "اصحابُ الأَیکة" چار جگہ آیا ہے،

سورۃ الحجر (۱۵) آیت ۷۸

سورۃ صٓ (۳۸) آیت ۱۳

سورۃ قٓ (۵۰) آیت ۱۴

اور اس فقرے کا املا دو طرح پر ہے :

سورۃ الحجر اور سورۃ قٓ میں متداول املا ہے : یعنی "أصحاب الایکہ" لیکن سورۃ الشعراء اور سورۃ ص میں 'الایکہ' میں اضافت کی الف محذوف ہے یعنی اصحابُ لئیکة أصحابُ لئیکةِ واضح ہے اصل املا وہی ہے جو الحجر اور قٓ میں ہے، یعنی اصحاب الایکہ یا اصحاب الئیکة، اضافت کی الف کا حذف قرآن کا مخصوص املا ہے جو ابتدا میں سہو کاتب رہا ہو، سہو کاتب اس لیے کہہ رہا ہوں کہ عربی دستور کے لحاظ سے اضافت کی علامت ال ہے صرف 'ل' نہیں، بہر حال یہ سہو اتنا ہر دل عزیز ہوا کہ بعداً یہی قرآن کا املا قرار پایا، چنانچہ تمام نسخوں میں الشعراء اور صٓ میں یہ فقرہ حذف 'الف' کے ساتھ نقل ہوتا چلا آرہا ہے، اور اب ان دونوں جگہوں پر اسی طرح لکھا جانا صحیح ہے اور اضافہ غلط ۔

---

[۵] طبع ۱۹۲۷، کارخانہ نور محمد قریب جامع مسجد دہلی ۔ معجز نما متوسط قرآن شریف مترجم یہی نسخہ حال ہی میں کتب خانہ رشیدیہ دہلی نے شائع کیا ہے ۔ اس کے صہ ۵۹ پر ان ۱۸ مقام کا ذکر ہے ۔

سورۂ یوسف آیت ۳۲ میں لیکون یا لَیَکُونَنَّ" کا املا لَیَکُونًا"[1] آیا ہے۔

وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿٣٢﴾

اور اگر آیندہ میرا کہنا نہ کرے گا تو بے شک جیل خانہ بھیجا جاوے گا اور بے عزت بھی ہوگا۔

عربی زبان میں علامت تنوین دو زبر، دو پیش، دو زیر اسم یا صفت پر آتی ہے اور اس سے اس کی کیفیت یا حالت کا اظہار ہوتا ہے، اسم ہو تو فاعلی، مفعولی، جاری حالت ہے، صفت ہے تو اسم کے تابع ہے، لیکن آیت بالا میں "فعل" پر ہے دراصل اس کی اصلی صورت لیکون یا لیکونَنَّ ہے، جس میں 'ل' اور آخری نون تاکیدی ہیں، اصل کلمہ یکون ہے، یہ بات قابل ذکر ہے کہ لیکونَنَّ، لتکونَنَّ، تکونَنَّ یا فتکون، فیکون، لتکون، لیکونن چند جگہ قرآن میں آیا ہے۔

لتکونَنَّ ۲۶ : ۱۱۶ - ۱۶۷ - ۳۹ : ۶۵

تکونَنَّ ۲ : ۱۴۶ - ۶ : ۱۴ - ۳۵ : ۱۱۴

لیکونَنَّ ۳۵ : ۴۲ وغیرہ

پس لیکون یا لیکونَنَّ کے بجائے املا کی اس نئی صورت "لیکونًا" کا انتخاب کسی مخصوص بنا پر ہوا ہوگا، اس کی تلاش و تحقیق دلچسپ اور نتیجہ خیز ہو سکتی ہے۔

قرآن مجید میں بعض الفاظ پر جو "ل" سے شروع ہوتے ہیں، جب "ال" آتا ہے تو املا میں ایک 'ل' گر جاتا ہے، ان میں تین چار لفظ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں :

اَلّذی

اَلّتی

اَلّذین

اَلّیل

ان کے برعکس اللّطیف ۶ : ۱۰۳ هو اللطيف الخبير

---

[1] وقرئ (ولیکونا) بالتشدید والتخفیفِ والتخفیفُ أُولی، لِاَنَ النّونَ کتبت فی المصحف الفاعلی حکم الوقف وذٰلك لایکونَ اِلاّ فی التخفیف. کشاف ج ۲ صـ ۳۶۴

۶۷ : ۱۴ ھو اللطیف الخبیر

اللّاعبین ۲۱ : ۵۵ ام انتَ من اللّٰعبین

لہم اللّعنۃ ۱۳:۲۵، ۵۲:۴۰، ۲۵:۱۳ اللّعنۃ ۱۳:۲۵، ۵۲:۴۰، ۳۵:۱۵

علیک اللّعنۃ

اللّاعنون ۲ : ۱۵۹ ویلعنہم اللّٰعنون

لایؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم، عن اللّغو معرضون اللّغو ۲۳ : ۳،

۲۸ : ۵۵ واذا سمعوا اللّغو

اللّہب ۷۷ : ۳۱ ولا یغنی من اللّہب

اللّہو ۶۲ : ۱۱ خیر من اللّہو

میں دونوں لام آئے ہیں۔ ضمناً عرض ہے کہ قرآن کے بعض نسخے جو ایران میں طبع ہوئے ہیں، اور قرآن کی آیات جو بطور کتبے خصوصاً مساجد پر ملتے ہیں، ان میں الذین، الیل، التی، الذی میں دو لام آئے ہیں، یاقوت رقم کے ہاتھ کا ایک نہایت خوبصورت نسخہ مولانا آزاد لائبریری میں ہے اس میں بھی کلمات بالا میں دو لام کا استعمال ہوا ہے۔ اس استثنائی صورت کے اصل کی تلاش و تحقیق شاید مفید ثابت ہو۔

قرآن مجید اس طرح کے مسائل سے پُر ہے، یہاں صرف چند مسائل کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے، اس طرح کے مسائل کی تحقیق سودمند نتائج کی حامل ہے، لیکن عام طور پر ادھر ان مسائل کو غیر ضروری سمجھ کر نظر انداز کیا جا رہا ہے، جو کسی طرح مناسب نہیں اور قدما کی پیروی کے خلاف بھی ہے۔

اسلامی معاشرت پر سید جلال الدین عمری کی کتاب

مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں

● امت مسلمہ کی ذمہ داریوں میں مرد اور عورت دونوں شریک ہیں۔ ● راہِ حق میں عورتوں نے ہر دور میں استقامت کا ثبوت دیا ہے۔
● مسلمان خواتین کی دعوتی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنی نوعیت کی ایک مستند کتاب۔

صفحات ۶۰ قیمت ۳ روپیہ صرف۔ ادارۂ تحقیق۔ پان والی کوٹھی۔ دودھ پور۔ علی گڑھ سے طلب کریں